مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

الرحیق المختوم

سیرت نبی پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ کتاب

المکتبۃ السلفیۃ لاہور

دوسرا مرحلہ:

کھُلی تبلیغ

اظہارِ دعوت کا پہلا حکم اس بارے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہُوا وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۲۶: ۲۱۴) "آپ اپنے نزدیک ترین قرابتداروں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیے"۔ یہ سورہ شعراء کی آیت ہے، اور اس سورہ میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت کا آغاز ہُوا، پھر آخر میں انہوں نے بنی اسرائیل سمیت ہجرت کر کے فرعون اور قومِ فرعون سے نجات پائی اور فرعون و آلِ فرعون کو غرق کیا گیا۔ بلفظِ دیگر یہ تذکرہ ان تمام مراحل پر مشتمل ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قومِ فرعون کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہُوئے گذرے تھے۔

میرا خیال ہے کہ جب رسُول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کے اندر کھُل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس موقعے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی یہ تفصیل اس لیے بیان کر دی گئی تاکہ کھُلم کھُلا دعوت دینے کے بعد جس طرح کی تکذیب اور ظلم و زیادتی سے سابقہ پیش آنے والا تھا اس کا ایک نمونہ آپؐ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے موجود رہے۔

دوسری طرف اس سورہ میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی اقوام مثلاً فرعون اور قومِ فرعون کے علاوہ قومِ نوح، عاد، ثمود، قومِ ابراہیمؑ، قومِ لوط اور اصحاب الایکہ کے انجام کا بھی ذکر ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو جھٹلائیں انہیں معلوم ہو جائے کہ تکذیب پر اصرار کی صورت میں ان کا انجام کیا ہونے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قسم کے مواخذے سے دوچار ہوں گے۔ نیز اہلِ ایمان کو معلوم ہو جائے کہ اچھا انجام انہیں کا ہوگا، جھٹلانے والوں کا نہیں۔

قرابت داروں میں تبلیغ بہرحال اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ بنی مُطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی۔ کل پینتالیس آدمی تھے، لیکن ابولہب نے بات لپک لی اور بولا "دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں۔ بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا

اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمہیں پکڑلوں پس تمہارے لیے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی امداد کریں، پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شر (اور تباہی) کا باعث ہوگا۔" اس پر نبی ﷺ نے خاموشی اختیار کرلی اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی ____

اس کے بعد آپؐ نے انہیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا: "ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں۔ اس پہ ایمان رکھتا ہوں۔ اسی پہ بھروسا کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔" پھر آپؐ نے فرمایا: "رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسُول (فرستادہ) ہوں۔ بخدا! تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہوگے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے جنّت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔"

اس پر ابوطالب نے کہا (نہ پوچھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے! تمہاری نصیحت کس قدر قابلِ قبُول ہے! اور ہم تمہاری بات کس قدر سچی جانتے مانتے ہیں اور یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے۔ اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں۔ فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں، لہٰذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ بخدا! میں تمہاری مسلسل حفاظت و اعانت کرتا رہوں گا۔ البتہ میری طبیعت عبدالمطّلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ برائی ہے۔ اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو۔

اس پر ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم جب تک جان میں جان ہے۔ ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے[۱]

کوہِ صفا پر

جب نبی ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابوطالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپؐ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز لگائی: یا صباحاہُ (ہائے صبح)[۲] یہ پکار سُن کر قریش کے قبائل آپؐ کے پاس جمع ہوگئے اور آپؐ نے انہیں

---

[۱] فقہ السیرہ صفحہ ۸۸ از ابن الاثیر۔ [۲] اہلِ عرب کا دستور تھا کہ دشمن کے حملے سے آگاہ کرنے کے لیے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہیں الفاظ سے پکارتے تھے۔

خدا کی توحید، اپنی رسالت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اس واقعے کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ:

جب وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر بطونِ قریش کو آواز لگانی شروع کی: اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھا ہوگئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی خود نہ جا سکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے؟ غرض قریش آگئے۔ ابولہب بھی آگیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟" لوگوں نے کہا، ہاں! ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا، تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابولہبؔ نے کہا، تو سارے دن غارت ہو، تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔ اس پر سورہ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ نازل ہوئی (ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود غارت ہوا)[۱]

اس واقعے کا ایک اور ٹکڑا امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پکار لگائی۔ یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی۔ آپؐ نے کہا: "اے جماعت قریش! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچا کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ تم لوگوں سے نسب وقرابت کے تعلقات ہیں جنہیں میں باقی اور تر و تازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔"[۲]

یہ بانگِ درا غایتِ تبلیغ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب ترین لوگوں پر واضح کر دیا تھا کہ اب اس رسالت کی تصدیق ہی پر تعلقات موقوف ہیں اور جس نسلی اور قبائلی عصبیت پر عرب قائم ہیں وہ اس خدائی انذار کی حرارت میں پگھل کر ختم ہو چکی ہے۔

حق کا واشگاف اعلان اور مشرکین کا ردِ عمل

اس آواز کی گونج ابھی مکے کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ (۱۵:۹۴)

---

[۱] صحیح بخاری ۲/۷۰۲، ۷۴۳، صحیح مسلم ۱/۱۱۴ - [۲] صحیح مسلم ۱/۱۱۴ نیز صحیح بخاری ۱/۳۸۵

" آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجیے اور مشرکین سے رُخ پھیر لیجیے "

اس کے بعد رسُول اللہ ﷺ نے شرک کے خرافات و اباطیل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاف کرنا شروع کر دیا۔ آپ مثالیں دے دے کر سمجھاتے کہ یہ قدرِ عاجز و ناکارہ ہیں اور دلائل سے واضح فرماتے کہ جو شخص انہیں پوجتا ہے اور ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

مکہ، ایک ایسی آواز سُن کر جس میں مشرکین اور بت پرستوں کو گمراہ کہا گیا تھا، احساس غضب سے پھٹ پڑا۔ اور شدید غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا، گویا بجلی کا کڑکا تھا جس نے پرسکون فضا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لیے قریش اس اچانک پھٹ پڑنے والے "انقلاب" کی جڑ کاٹنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اس سے پُشتینی رسم و رواج کا صفایا ہوا چاہتا تھا۔

قریش اُٹھ پڑے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ غیر اللہ کی اُلوہیت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس رسالت کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے۔ یعنی اس طرح کہ دُوسرے تو درکنار خود اپنی جان اور اپنے مال تک کے بارے میں کوئی اختیار نہ رہے اور اس کے معنی یہ تھے کہ مکہ والوں کو دینی رنگ میں اہل عرب پر جو بڑائی اور سرداری حاصل تھی اس کا صفایا ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسُول کی مرضی کے مقابل میں انھیں اپنی مرضی پر عمل پیرا ہونے کا اختیار نہ رہے گا۔ یعنی نچلے طبقے پر انہوں نے جو مظالم روا رکھے تھے۔ اور صبح و شام جن بُرائیوں میں لت پت رہتے تھے۔ ان سے دستکش ہوتے ہی بنے گی۔ قریش اس مطلب کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے اس لیے ان کی طبیعت اس "رسوا کن" پوزیشن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی، لیکن کسی شرف اور خیر کے پیش نظر نہیں۔ بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝ (۷۵ : ۵) "بلکہ اس لیے کہ انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی بُرائی کرتا رہے "

قریش یہ سب کچھ سمجھ رہے تھے لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جو صادق و امین تھا انسانی اقدار اور مکارم اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا اور ایک طویل عرصے سے اُنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سُنی۔ آخر اس کے بالمقابل کریں تو کیا کریں قریش حیران تھے اور انہیں واقعی حیران ہونا چاہیئے تھا۔

کافی غور و خوض کے بعد ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ آپ کے چچا ابو طالب کے پاس جائیں

اور مطالبہ کریں کہ وہ آپ کو آپ کے کام سے روک دیں۔ پھر انہوں نے اس مطالبے کو حقیقت و واقعیت کا جامہ پہنانے کے لیے یہ دلیل تیار کی کہ ان کے معبودوں کو چھوڑنے کی دعوت دینا اور یہ کہنا کہ یہ معبود نفع و نقصان پہنچانے یا اور کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے درحقیقت ان معبودوں کی سخت توہین اور بہت بڑی گالی ہے اور یہ ہمارے ان آباؤ اجداد کو احمق اور گمراہ قرار دینے کے بھی ہم معنی ہے جو اسی دین پر گزر چکے ہیں ــــ قریش کو یہی راستا سمجھ میں آیا اور انہوں نے بڑی تیزی سے اس پر چلنا شروع کر دیا۔